کرنے کے دو کام

تیرے کرنے کے دو کام یہ ہیں:

1- انسان ساختہ کتابچہ نہیں، قرآن وسنت ہی آئینِ پاکستان ہو۔

2- جمہوری نہیں اسلامی طرزِ انتخاب اپنایا جائے

تفصیلات ملاحظہ فرمائیں:

73ء کا آئین غیر اسلامی بلکہ ایک طاغوتی دستاویز ہے

سو بات کی ایک بات، پلے باندھ لیں اسلامی نظام یا اسلامی انقلاب کا مطلب ہے قرآن وسنت کی ہدایات واحکامات پر مبنی نظامِ حیات۔ دورِ نبوت میں یہی ہوا، جوں جوں قرآن کا نزول ہوتا گیا ساتھ ہی اس کا نفاذ ہوتا گیا۔ نزولِ قرآن کا اختتام ہوا تو اس وقت جب متوازاً اسلامی نظام کا نفاذ ہو چکا۔ مزید ہدایات کی ضرورت نہ رہی، اس لیے سلسلۂ وحی اور سلسلۂ نبوت دونوں ختم کر دیئے گئے۔

نظامِ خلافتِ راشدہ بھی معرضِ وجود میں آیا تو قرآن وسنت کو آئینِ مملکت بنا کر اس کا نفاذ کر کے۔ اگر 73ء کی طرح کا کوئی انسان ساختہ آئین نافذ کیا جاتا تو نظامِ خلافتِ راشدہ خود و جود پذیر نہ ہوتا۔ یاد رہے کسی بھی ملک کا نظامِ زندگی وہاں پر اپنائے گئے آئین کا پروڈکٹ ہوتا ہے یعنی جیسا آئین ویسا نظام۔ آئین اشتراکی تو نظام اشتراکی، آئین جمہوری تو نظام جمہوریت اور اگر آئین قرآن وسنت کا تو نظامِ خلافت۔ فصل بیج کے مطابق ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں پاکستان میں خود ساختہ یعنی اپنے ہاتھوں لکھے گئے کتابچے کی بجائے قرآن و سنت کو آئینِ مملکت بنایا جاتا تو کوئی دوسرا نظام نہیں، اسلامی نظام ہی رواں دواں ہوتا۔

ملکِ عزیز پاکستان میں اسلامی نظام قائم ہونے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ 73ء کا خود ساختہ آئین ہے۔ اس کتابچے کے مصنفوں نے اسے بنایا ہی اس طور ہے کہ بظاہر اسلامی نظر آئے لیکن اس کے نفاذ سے کوئی مغربی جمہوریت کی طرز کا نظام نافذ ہو، اسلامی نظام تا قیامت وجود پذیر نہ ہو سکے۔ کسی بھی انسانی ہاتھوں سے بنے ہوئے آئین میں اگر 99 فیصد شقیں اسلامی، ایک فیصد غیر اسلامی ہوں تو وہ طاغوتی دستاویز قرار پاتی ہے اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت کو چیلنج کرتی ہے۔ 73ء کے خود ساختہ آئین میں تو درجنوں شقیں قرآن وسنت کے خلاف ہیں۔ یہاں پر ہم طوالت کے خوف سے صرف چند ایک کا ذکر کرتے ہیں:

1- خود ساختہ کتابچہ عرف آئینِ پاکستان صدرِ مملکت کو اجازت دیتا ہے کہ وہ کسی مجرم کی سزا کم، معطل یا معاف کر دے، قرآن وسنت ایسا کرنے والے کو طاغوت قرار دیتے ہیں۔ فرعون ونمرود کا قصور اور کیا تھا؟

2- حکمرانوں کو اس وقت تک قانون سے بالاتر قرار دیتا ہے جب تک کہ وہ حکمرانی میں ہوتے ہیں۔ قرآن وسنت کسی کو ایسی اجازت نہیں دیتے حتیٰ کہ وہ پیغمبر ﷺ کی بیٹی ہی کیوں نہ ہو۔

3- آئینِ پاکستان عورت کو پورے ملک کی سربراہ بنانے کی اجازت دیتا ہے، قرآنِ مجید اسے گھر کا سربراہ بھی نہیں بناتا۔

4- اس کتابچے کے مطابق پاکستان میں کوئی ضابطہ یعنی خواہ وہ قرآن وسنت کا ہی کیوں نہ ہو، اس وقت تک قانونی حیثیت اختیار نہیں کر سکتا جب تک کہ پارلیمنٹ اسے پاس نہ کرے۔ بندے اور منظوری دیں اللہ ورسول ﷺ کے احکامات کی، ایسی پارلیمنٹ کے طاغوت ہونے میں کیا شک اور اس آئین کے طاغوتی ہونے میں کیا شبہ جو پارلیمنٹ سے ایسی منظوری کا مطالبہ کرے۔

5- پچھلی صدی کا سب سے بڑا جھوٹ جو اس کتابچے میں لکھا گیا یہ کہ آئندہ کوئی قانون قرآن وسنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا۔ اور کسی قانون کی تو کیا بات خود اس کتابچے میں آج تک 20 ترامیم ہو چکیں، اکثر نے اسے مزید غیر اسلامی کیا۔

6- قرآن وسنت کے مطابق جس میں ترمیم کی جا سکے وہ مسلمانوں کا آئین ہوتا ہی نہیں، قرآنِ مجید میں تو کوئی ترمیم نہیں کر سکتا ''لا مبدل لکلمتہ''، عیار لوگوں نے قرآن وسنت

کو پسِ پشت ڈالکر اپنے ہاتھوں سے ایک آئینی دستاویز بنا کر خوب چور دروازہ نکالا اپنی خواہشات ومفادات کی تکمیل کیلئے۔ موم کی ناک' جب چاہو جیسے چاہو بدل لو۔ جو دستاویز خود غیر اسلامی ہو وہ اسلامی نظام کیسے لاسکتی ہے؟ ہاں' قرآن وسنت کے بطور آئین ہوتے ہوئے متعدد ذیلی دستاویزات کی ضرورت ہوگی۔ موجودہ آئین کو بھی قرآن وسنت کے مطابق کر کے ایک ذیلی دستاویز بنایا جاسکتا ہے۔

7- دوٹوک فیصلہ' قرآنِ مجید اس کی اجازت دیتا ہی نہیں کہ کوئی اپنے ہاتھوں سے لکھے کو آئین کی حیثیت دے دے۔ فرمایا گیا:

''پس ہلاکت اور تباہی ہے ان لوگوں کیلئے جو اپنے ہاتھوں سے آئینی کتابچہ لکھتے ہیں پھر لوگوں سے کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس سے آیا ہوا (اسلامی) ہے تا کہ ایسا کرنے سے تھوڑا سا فائدہ حاصل کرلیں۔ ان کے ہاتھوں کا یہ لکھا بھی ان کیلئے تباہی کا سامان ہے۔ اور ان کی یہ کمائی بھی ان کیلئے موجبِ ہلاکت'' (بقرۃ:79)۔

اس موضوع پر ابھی بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے لیکن ہم اپنی گزارشات اس نتیجے پر ختم کرتے ہیں کہ قرآن وسنت اگر اول روز سے آئینِ پاکستان قرار دیا جاتا تو ملکِ عزیز وقفے وقفے سے بے آئین نہ ہوتا۔ بار بار آئین کی تدوین کی ضرورت نہ پڑتی۔ کوئی طالع آزما ایسے آئین کو مفلوج ومعطل کرنے کی حماقت کرتا تو خود تکا بوٹی ہوجاتا۔ اس ملک میں مارشل لاء کبھی نہ لگتا۔ ملک دولخت نہ ہوتا۔ اہلِ پاکستان کے ہاتھ میں کشکول نہ ہوتا۔ ملکِ عزیز کسی سپر پاور کا دم چھلا نہ بنتا۔ ہماری معیشت کبھی ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف وغیرہ کے رحم وکرم پر نہ ہوتی۔ کسی بیرونی طاقت کو ہمیں ڈکٹیشن دینے کی نوبت نہ آتی۔ اللہ کے رسول ﷺ کو اللہ کے حضور یہ نہ کہنا پڑتا کہ ''اے اللہ! میری قوم نے قرآن کو مہجور ومعطل کئے رکھا''۔ شروع میں کہے گئے ہم اپنے اٹل فیصلے کو پھر دہراتے ہیں کہ ''آئینِ انسانیت یعنی قرآن وسنت کا ہی حق ہے کہ وہ آئینِ پاکستان ہو''۔

اسلامی طرزِ انتخاب

اسلامی طرزِ انتخاب' قرآن وسنت کا بطور آئینِ مملکت ہونے کا ہی حصہ ہے' اس کی اہمیت کے پیشِ نظر اسے دوسرا کام قرار دیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہوں اس کی جزویات:

موجودہ صورتِ حال: آج کی دنیا میں جسقدر استحصال' شر' فساد' بدامنی' بے انصافی' رشوت' سفارش' اقرباء پروری' لاقانونیت' تعصب وغیرہ ہے اس کا بنیادی سبب ایک فرد کا دوسرے افراد کے ووٹوں کا محتاج ہونا ہے۔ بڑی بڑی آفتیں' سیلاب' زلزلے' ایٹم بم کی ہولناکیاں وغیرہ انسانیت کے لئے اسقدر مہلک ثابت نہیں ہوئیں جس قدر کہ ایک فرد کا دوسرے فرد کے ووٹ کا محتاج ہوجانا۔ ووٹ لینے والے نے ووٹ دینے والے کو بہر قیمت اس لئے خوش رکھنا ہوتا ہے کہ ووٹ ''پکا'' رہے۔ اسلام عوامی نمائندوں کو ووٹ کا محتاج بناتا ہی نہیں۔ جمہوریت بغاوت ہے' اللہ تعالیٰ کی بجائے جمہور یعنی عوام کو حقِ حاکمیت دیتی ہے کہ وہ جسے چاہیں حلال قرار دیں' جسے چاہے حرام۔ یہ سازشی طریقہ بھی ہے غرباء کو حقِ اقتدار سے محروم کر کے امراء کی من مانیاں کرنے کا۔

اسلامی طرزِ انتخاب: اسلامی طرزِ انتخابات اور ہمارے ہاں کے مروجہ طرزِ انتخابات میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ یہاں اسلامی طریقِ انتخاب کو ہم ذرا وضاحت سے بیان کرتے ہیں:۔

یاد رہے چاروں خلفاءِ راشدین کا انتخاب تو ہوا لیکن قدرے مختلف طریقوں سے۔ تاہم چاروں طریقہ ہائے انتخاب میں قرآن وسنت پر مبنی چند مشترکہ اصولی قواعد وضوابط اختیار کئے گئے جو یوں ہیں:

1- کوشش کی گئی کہ قیادت اہلِ قیادت کو سونپی جائے اور اس قرآنی ضابطے کی حرف بہ حرف پیروی ہو جو یوں ہے کہ ''مسلمانو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہلِ امانت کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو.....'' (النساء:58)

2- ولی عہد بنانے کی قطعی ممانعت

3- امیدوار کھڑا ہو کر کسی کو بذریعہ کنوسنگ اپنے حق میں کرنے کی دوٹوک نفی۔ ہادیٔ برحق کا ارشادِ گرامی ہے ''ہم نہیں دیتے عہدہ اس شخص کو جو اس کی درخواست کرے اور جو اس کی حرص کرے'' (مسلم)۔

4- خلیفہ کا انتخاب محض اولوالامر کی رائے سے ہوا' امت کے ہر فرد نے ان انتخابات میں حصہ نہ لیا۔ اصل میں قرآن کے مطابق دنیا میں وقت کے ہر موڑ پر اکثریت ہمیشہ جاہلوں کی ہوتی ہے (اکثر الناس لایعلمون) لہٰذا جس نظام کی اٹھان لوگوں کی اکثریت پر ہو اس میں ہمیشہ جاہل ہی آگے آئیں گے۔ ''الناس'' یعنی مسلموں اور غیر مسلموں دونوں کا انتخابات میں حصہ لینا تو درکنار اسلام تو اس سے بھی ایک قدم آگے جاتا ہے اور وہ پوری مسلم آبادی کو بھی اس بکھیڑے میں نہیں ڈالتا کہ وہ انتخابات میں حصہ لے' چناؤ کا بوجھ وہ صرف اولوالامر (اہل الرائے یعنی اہلِ استنباط) پر ڈالتا ہے۔ یاد رہے اسلام میں خلیفہ کی جگہ خالی ہونے کے تین دن کے اندر اندر اسے پر کرنا ہوتا ہے اور ایسا تبھی ممکن ہے کہ صرف اولوالامر' جو حقیقت میں عوام کے خود معتمد ہوتے ہیں' اس مرحلہ کو سر کریں۔

5- اہل اور قابل ترین قیادت کو آگے لانے کے لئے قرآنی معیارِ اہلیت' جو پانچ اوصاف' ایمان (النور:55) تقویٰ (الحجرات:13) صلاح (النور:55) علم اور جسم (البقرۃ:247) پر

مشتمل ہے' کی پابندی کی گئی۔

6-ایک دفعہ منتخب ہوجانے والی قیادت کو ہٹانا درج ذیل صرف تین صورتوں میں جائز ٹھہرا ورنہ تاحیات قائم ودائم۔

☆ وفات پاجانے کی صورت میں

☆ ازخود معذرت کرلینے کی صورت میں اور

☆ قرآنی معیارِ اہلیت میں سے کسی ایک یا کئی اہلیتوں میں کمی آنے کی صورت میں۔

دورِ خلافتِ راشدہ میں مؤخرالذکر دونوں صورتوں کی نوبت نہ آئی لہٰذا پہلی ہی صورت کو اختیار کیا گیا۔

7-اہلِ اقتدار تو بہرحال حزبِ اقتدار باقی پوری امت حزبِ اختلاف تھی۔کوئی بھی امتی کسی بھی وقت قیادت کا احتساب کرسکتا تھا۔آج کی طرح کی متحارب حزبِ اقتدار و حزبِ اختلاف کا کوئی وجود نہ تھا۔

8-منتخب ہونے کی صورت میں خلیفۂ وقت پر درج ذیل دو مزید قدغنوں کی پابندی لازمی تھی۔

☆ اوسط سطح کے شہری کی بود و باش اختیار کرنا۔

☆ دارالخلافت کی مرکزی مسجد کا خطیب و امام ہونا۔

زمانی و مکانی ضروریات کے پیشِ نظر نوعیت کے اعتبار سے طریقِ انتخاب قدرے مختلف تو ہوسکتا ہے لیکن شرعاً وہی طرزِ انتخاب جائز ہوگا جو مندرجہ بالا شرعی حدود کا پابند ہو ورنہ ناجائز' خواہ ایک ہی شرط کی خلاف ورزی کیوں نہ ہو۔حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور کو اسی لئے دورِ خلافتِ راشدہ کا حصہ سمجھا جاتا ہے کہ کچھ عرصہ انحراف کے بعد ان کے دور میں ایک دفعہ پھر ان شرائط کی پابندی کی گئی۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آج کیا کوئی ایسا طرزِ انتخاب وضع کرلینا ممکن نہیں کہ جس کے ذریعہ قرآن وسنت پر پورا اترنے والی قیادت ہی آگے آئے۔ایسا کرنا سو فیصد ممکن ہے۔ذیل میں ہم پاکستان کو بطور مثال لے کر ایک ایسے ہی طرزِ انتخاب کا ذکر کرتے ہیں۔پوری اسلامی دنیا جب ایک ہی خلیفہ کی سرکردگی میں آجائے تو اسی یا ایسے ہی طریقے کو بآسانی اختیار کیا جاسکتا ہے۔

مجوزہ طرزِ انتخاب: جب معیاری لوگ آگے لانے ہوں تو ضروری ہے کہ وہ ادارہ یا معیار جو اہل لوگوں کی نشاندہی کرے' ایک ہی ہو۔پورے ملک کی سطح پر ایسا واحد ادارہ الیکشن کمیشن ہی ہوسکتا ہے۔الیکشن کمیشن کے حسبِ ضرورت یا مثال کے طور پر اکیاون پینل بنالئے جائیں جن میں سے ایک انچارج پینل (الیکشن کمشنر خود) ہو یعنی وہ تمام دوسرے پینلوں کے کام کی نگرانی کرے۔ہر پینل ایسے تین افراد پر مشتمل ہو کہ جن کی شرافت اور دیانتدارانہ شہرت مسلمہ ہو۔یاد رہے اسلامی تعلیمات کے مطابق ایسے نیک سرشت انسان وقت کے ہر موڑ پر موجود ہوتے ہیں۔ دوسری طرف پورے ملک کو مناسب سائز کے حلقوں میں تقسیم کرلیا جائے۔ہر حلقہ میں الیکشن کمیشن کا ایک پینل سات دن مختلف ریسٹ ہاؤسوں' یونین کونسل کے دفتروں یا دوسری مناسب جگہوں پر قیام کرے اور ان اوقاتِ قیام کا اعلان پہلے سے اخبارات و اشتہارات کے ذریعے عام کیا جائے۔مطلب یہ ہے کہ متعلقہ پینل حلقے کے لوگوں سے اس قدر قریب تر رابطہ قائم کرے کہ گویا ان کا ہی حصہ بن جائے۔اس قیام کے دوران متعلقہ آبادی میں سے بہ مشورہ عوام ایسے لوگوں کی فہرست تیار کرے جو قرآنی معیارِ اہلیت پر زیادہ سے زیادہ پورا اترتے ہوں۔فہرست تو پہلے ایسے تقریباً 150 افراد کی تیار کی جائے لیکن کانٹ چھانٹ اور کراس چیکنگ کے بعد اسے 100 افراد تک محدود کردیا جائے۔بے حد ضروری ہے کہ فہرست میں شامل کردہ افراد کے ناموں کو خفیہ رکھا جائے۔اس طرح سات دنوں میں پچاس پینل پچاس حلقوں کا سروے مکمل کرلیں گے۔اسی حساب سے کم وبیش 200 حلقوں کا سروے تقریباً 4 ہفتوں یا زیادہ سے زیادہ ایک ماہ میں مکمل ہوجائے گا۔سروے مکمل ہونے کے تقریباً 7 دن کے اندر اندر الیکشن کمیشن ہر حلقہ کی فہرست میں شامل کردہ افراد کو متعلقہ حلقہ میں ہی کسی ایک جگہ پر برائے مشورہ طلب کرے۔ضروری نہیں کہ ایسے تمام اجتماعات پورے ملک میں ایک ہی دن منعقد ہوں لیکن اگر ہوں بھی تو کوئی حرج نہیں۔

مشورے کے اغراض ومقاصد بتانے کے بعد آنے والے افراد میں سے ہر ایک کو 100 افراد والی تیار کردہ فہرست کی ایک کاپی مہیا کی جائے اور اسے فہرست میں دیئے گئے افراد میں سے زیادہ سے زیادہ دس افراد کو' جن کو کہ وہ سمجھتا ہے کہ وہ قرآنی معیارِ اہلیت پر بدرجۂ اتم پورے اترتے ہیں خفیہ طور پر ٹک کرنے کو کہا جائے۔جو فرد اپنے نام کو بھی ٹک کرے اس کے مشورے کو نہ صرف مسترد کیا جائے بلکہ اسے کسی بھی عہدے کے لئے نااہل قرار دیا جائے۔اس طرح سے جو شخصیت سب سے زیادہ ٹک ہو اسے مرکزی شوریٰ کا رکن ہونے کی سعادت ہو۔دوسرے اور تیسرے نمبر پر ٹک ہونے والے افراد صوبائی شوریٰ کے ارکان گردانے جائیں۔اگر یوں منتخب کوئی رکن معذرت کرلے تو پھر چوتھے' پانچویں وغیرہ نمبر پر ٹک شدہ افراد میں سے مطلوبہ رکن لیا جائے۔

سربراہِ حکومت کا چناؤ مرکزی شوریٰ کے ارکان آپس میں اسی طرح بغیر کسی رکن شوریٰ کے امیدوار کھڑا ہونے کے خفیہ رائے دہی سے کریں۔صوبائی سربراہانِ حکومت کا چناؤ صوبائی شورائیں کریں۔وفاقی وزراء کا چناؤ سربراہِ حکومت اور صوبائی وزراء کا انتخاب متعلقہ صوبائی سربراہِ حکومت کی صوابدید پر ہو۔ملکی سطح پر ایسے انتخابات پوری تاریخ میں صرف ایک ہی دفعہ ہوں۔کسی رکن شوریٰ کی سیٹ خالی ہونے کی صورت میں صرف متعلقہ حلقہ میں دوبارہ سروے کرکے مطلوبہ رکن کا انتخاب کیا جائے۔

ہمارا تجویز کردہ یہ طرزِ انتخاب گو جملہ اسلامی تقاضوں کو پورا کرتا ہے، حرفِ آخر نہیں۔ عمل کی دنیا میں کہیں ردوبدل ناگزیر ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ مذکورہ طرزِ انتخاب نہ صرف سستا، مختصر وقت میں اور معمولی عملہ سے مکمل ہونے والا ہے بلکہ گروہی و جماعتی محاذ آرائیوں اور برادریوں کی مخاصمتوں سے بھی قطعی پاک ہے۔ پھر اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ملکی سطح پر صرف ایک ہی دفعہ درکار ہے، پھر کبھی نہیں۔ اس کا یہ بھی طرۂ امتیاز ہے کہ ووٹر کی محتاجی کا کوئی سوال نہیں، دور دراز کا ایک غریب دیہاتی محض ذاتی اہلیت کی بناء پر عوامی نمائندہ اور حکمران منتخب ہو سکتا ہے۔

بالآخر یہی دو کام ہیں جو عالمی سطح پر اپنانا ہونگے۔